فلسفۂ قربانی اور مذاہبِ عالم

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی ☆

قربانی ایک ایسی عبادت ہے جس کا تصور نوعِ انسانی کے آغاز سے ہی پایا جاتا ہے۔ اس عبادت سے اپنی عزیز جان قربان کرنے کا سبق حاصل ہوتا ہے۔ عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں اس قربانی کا ذکر بڑے پیارے انداز میں موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم انسان کو گوناگوں خوبیوں اور مافوق الفطرت توانائیوں سے نوازا ہے۔ عبادات میں انسان ہر قسم کا کام چھوڑ کر خدا کے سامنے اپنا سر جھکا دیتا ہے۔ قربانی میں انسان اپنی جان کے بدلے ایک جانور ذبح کرتا ہے' یوں جانی قربانی پیش کرتا ہے۔ جسمانی اور روحانی قربانی کے مخصوص جذبات اور احساسات قلب پر وارد ہوتے ہیں۔ اس طرح قربانی صرف مالی صدقہ ہی نہیں' بلکہ اس میں روحِ ایمانی' اطاعت و پیروی اور جذبۂ محبت نہ ہو تو یہ سارا عمل بے کیف ہو جاتا ہے۔ قربانی اپنی اصل نوعیت کے لحاظ سے جان کی قربانی ہے جو ربِّ کائنات کی خوشنودی اور رضا کی خاطر ادا کی جاتی ہے' جس سے ایک طرف اطاعتِ باری تعالیٰ کا تصور پیدا ہوتا ہے تو دوسری جانب اس عمل سے انسان کی زندگی میں اسلامی مقاصد کی تکمیل اور جان و مال کی قربانی دینے کی ترغیب پیدا ہوتی ہے۔

قربانی کا لفظ قربان (بروزن سلطان) سے ماخوذ ہے۔ قربان کا لفظ ارامی زبان میں بھی موجود ہے۔ عربی زبان میں قربان سے مُراد وہ چیز ہے جس سے قربِ الٰہی حاصل کیا جائے۔ بقول ابو السعود :

القربان اسم لما یتقرب به الی اللّٰه تعالٰی من نسک او صدقة [1]

"قربانی ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے' چاہے وہ ذبیحہ ہو یا صدقہ وغیرہ"۔

☆ صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ شالیمار کالج لاہور

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے المفردات میں بھی یہی معنی لکھے ہیں (۲)
احکام القرآن للجصاص الحنفی میں ہر نیک کام، جس کا مقصد قرب الٰہی ہو، اسے قربان کہا گیا ہے :

"والقربان ما يقصد به القرب من رحمة الله تعالٰى من اعمال البر" (۳)
"قربان ہر اس کام کو کہتے ہیں جس کا مقصد اللہ کی رحمت سے قرب حاصل کرنا ہو۔"

لیکن عام بول چال میں جب یہ لفظ بولا جاتا ہے تو عمومی طور پر ذہن فوراً جانور کے ذبح کرنے کی طرف جاتا ہے۔ شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں قربانی کے لغوی معنی کی رعایت کرتے ہوئے عام معنی مُراد لئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ دائرہ معارف القرآن میں فرید وجدی رقم طراز ہے :

والقربان فی الاصطلاح الدینی هو ما يبدله الانسان من الاشياء والحيوانات قاصداً به التقرب الى الله (۴)

یعنی اللہ کا تقرب جس چیز کے ذریعے حاصل کیا جائے اسے قربان کہتے ہیں، چاہے وہ جانور ہو یا کچھ اور۔

قرآن کریم میں قربانی اور متعلقاتِ قربانی کا مضمون سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ مائدہ، سورۂ انعام، سورۂ حج، سورۂ صف، سورۂ فتح اور سورۂ کوثر (آٹھ سورتوں) میں مذکور ہوا ہے، جبکہ اس کے لئے سات الفاظ استعمال ہوئے ہیں : ذبح، نحر، قربان، نسک، منسک، بدن اور ھدی۔ لفظ قربان تین جگہ استعمال ہوا ہے :

ا) ﴿ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ﴾ (آل عمران : ۱۸۳)
ب) ﴿ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا ﴾ (المائدة : ۲۷)
ج) ﴿ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ﴾ (الاحقاف : ۲۸)

قربانی کے لئے ایک اور لفظ "الاضحیہ" بھی ہے، جو قرآن کریم میں تو مذکور نہیں البتہ احادیث مبارکہ میں یہ لفظ بکثرت موجود ہے۔ اس لفظ کے حوالے سے ملا علی قاری علامہ طیبی سے نقل کرتے ہیں :

الاضحية ما يذبح يوم النحر على وجه التقربة
"اضحیہ اس جانور کو کہا جاتا ہے جو یوم النحر (ذی الحج کی دسویں تاریخ) کو بطور عبادت ذبح کیا جائے۔"

تاریخ قربانی اور مذاہب عالم

قربانی اسلامی تعلیمات کے مطابق ان شعائر میں سے ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جاری ہے۔ مختلف انداز سے قربانی کرنے کا رواج تمام سامی اور غیر سامی ادیان میں پایا جاتا ہے۔ قدیم مصری مذہب میں تین قسم کی قربانی کا ذکر ملتا ہے' ایک قربانی دیوتاؤں کے لئے کی جاتی' دوسری قربانی کا مقصد متوفین کو فائدہ پہنچانا' جبکہ تیسری قربانی کا مقصد مُردوں کو فائدہ دینا ہوتا تھا۔

قدیم امریکی اقوام کے ہاں بھی قربانی کا عجیب و غریب تصور ملتا ہے۔ میکسیکو میں قربانی کیلئے انسانوں کو ذبح کیا جاتا تھا' جبکہ جانوروں کی قربانی کی دو صورتیں تھیں' ایک آتشیں اور دوسری خونی قربانی۔ اس کے علاوہ پھل اور مشروبات کی نذر کا تصور بھی پایا جاتا تھا۔ افریقہ کے دھومی قبیلہ میں انسانی قربانی کو مذہب کا ایک اہم جزو سمجھا جاتا تھا۔ آسٹریلیا کے ملحق جزائر میں انسان کی قربانی کا رواج تھا۔ مطلب برآری کیلئے خدا کے شکم کو سیر کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اس کیلئے موزوں ترین انسان کا گوشت اور خون سمجھا جاتا۔

قدیم ایشیائی اقوام کے حالات پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ناگپور کے مقامات چند اور لنجی میں غروبِ آفتاب کے بعد قربانی کے لئے انسان کو کالی ماتا کے مندر میں بند کر دیا جاتا اور اس وقت دروازہ کھولا جاتا جب وہ مُردہ حالت میں ملتا۔ دوسرے قبیلوں کے آدمی خرید کر قربان کرنے کا بھی تصور تھا' جبکہ جانوروں اور پودوں کو بھی قربان کرتے تھے۔ آریاء مذہب کے مطابق انسان اور گھوڑوں کی قربانی کی جاتی۔ ان کی مذہبی کتاب "یجروید" کا موضوع ہی قربانی ہے۔ کنفیوشس ازم کے مطابق مَردوں کی قربانی کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا۔ اہل چین کے ہاں عبادت کا زیادہ تر تصور قربانی ہی ہے۔ اس کا مقصد کبھی اعلیٰ ذات سے تعلقات کی استواری اور کبھی ارواحِ خبیثہ سے نجات

حاصل کرنا ہوتا۔ مریض کو موت کے منہ سے بچانے کے لئے بھی قربانی دی جاتی۔ پہلے ان کے ہاں انسانی قربانی کا تصور تھا' آہستہ آہستہ جانور کی قربانی شروع ہو گئی۔ ہندوازم میں بھی پہلے انسان کو قربان کیا جاتا' بعد میں بدھ اور جین مت کے اثرات کے باعث کمی ہوئی' پھر بالکل متروک ہو گئی۔ کیلٹی مذہب میں جرائم پیشہ لوگوں کو قربانی کی بھینٹ چڑھانے کا تصور ملتا ہے۔

تورات' انجیل اور بائبل کی دیگر تمام کتب میں مختلف قربانیوں کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ قدیم شریعتوں کے مطابق قربانی کے گوشت کو کھلے میدان میں رکھ دیا جاتا اور آسمان سے آنے والی بجلی اسے جلا دیتی تھی۔ سورۂ حج میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی کہ ہر قوم و شریعت میں قربانی کا تصور تھا :

﴿ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ ﴾ (الحج : ۳۴)

"اور ہر اُمت کے واسطے ہم نے قربانی مقرر کر دی ہے کہ یاد کریں اللہ کا نام چوپایوں کے ذبح پر جو ان کو اللہ نے دیئے"۔

تورات کی کتاب پیدائش' خروج اور احبار کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سابقہ انبیاء کے ہاں قربانی کو ہی اولیت حاصل تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کا قربانی کا جھگڑا کتابِ پیدائش میں تفصیلاً مذکور ہے۔ قرآن کریم نے بھی اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی متعدد قربانیوں کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا مقصد تورات کے مطابق صرف اور صرف قربانیاں کرنا نظر آتا ہے۔ متعدد مقامات پر آپؑ نے قربانیاں کیں اور قربان گاہیں بنائیں۔ اسی طرح حضرت اسحاق و یعقوب علیہما السلام کے تذکرے میں کئی قربانیوں کا ذکر کتاب پیدائش میں موجود ہے۔ چنانچہ شریعت موسوی میں تورات کے مطابق یوں لگتا ہے کہ قربانی سے بڑھ کر کسی اور عبادت کی اہمیت نہ تھی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے یہود کو دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے جواب دیا :

﴿ .... اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَا اَنْ لَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ

النَّارُ ﴾ (آل عمران : ۱۸۳)

"بے شک اللہ نے ہمیں کہہ رکھا ہے کہ ہم کسی رسول پر اُس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے جس کو آگ کھا جائے"۔

اگرچہ قرآن کریم نے یہود کے اس سفید جھوٹ کی تردید کردی' لیکن اس بات سے ان کے مذہب میں قربانی کی اہمیت کا ضرور پتہ چلتا ہے۔ یہودی اپنے اہل و عیال کی عافیت و سلامتی کیلئے قربانی کرتے تھے۔ قربانی کا یہ تصور یہودی اور غیریہودی مذاہب میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ قربانی کا طریقہ مختلف اقوام میں خواہ کتنا ہی غلط ہو اس کا رواج تقریباً عام رہا ہے۔ عیسائیت نے اسے ختم نہ کیا' تھوڑے سے تغیر و تبدل سے اسے جاری رکھا۔

قربانی : قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں

ارشادِ ربّانی ہے :

﴿ قُلْ اِنَّ صَلاَتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ ﴾

(الانعام : ۱۶۳)

"آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز' میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا صرف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے"۔

تفسیر ابن جریر میں اس آیت مبارکہ کے ضمن میں حضرت قتادہ' ضحاک اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم کے اقوال لکھے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں نسک سے مُراد قربانی ہے۔ (۵) امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ سے وجوب قربانی پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

واما قرن النسک الی الصلٰوۃ دل علٰی ان المُراد صلٰوۃ العید والاضحیۃ وھذا یدل علٰی وجوب الاضحیۃ لقولہ تعالٰی وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ والامر یقتضی الوجوب (۶)

"جب اللہ تعالیٰ نے نسک کو صلوٰۃ کے ساتھ متصل ذکر کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ یہاں صلوٰۃ عید اور قربانی مُراد ہے۔ اس سے قربانی کا وجوب بھی ثابت ہوتا ہے' کیونکہ اس کے بعد آیت کے اِن الفاظ ﴿ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ ﴾ (اور اس کا مجھے حکم

دیا گیا) سے وجوب ثابت ہوتا ہے"۔

سورۂ کوثر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ ﴾ (الکوثر : ۲)

"اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر"۔

"نحر" کا لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے' لیکن جمہور مفسرین نے اس آیت میں نحر کو قربانی پر محمول کیا ہے۔ المفردات فی غریب القرآن میں لکھا ہے :

وَقولُهُ ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ حث علی مراعاۃ ھذین الرکعتین وھما الصلوٰۃ والنحر الھدی فانہ لا بد من تعاطیھما فذٰلک واجب فی کل دین وفی کل ملۃ (۷)

ارشاد باری تعالیٰ ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ میں نماز اور قربانی پر برانگیختہ کیا گیا ہے۔ ان دونوں کو ادا کرنا ضروری ہے اور یہ ہر دین اور ہر ملت میں واجب رہی ہے"۔

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول :

وفی قولہ وَانْحَرْ قولان : الاول وھو عامۃ المفسرین ان المُراد ھو نحر البُدن (۸)

"وَانْحَرْ میں دو قول ہیں : پہلا قول جسے عام مفسرین نے اختیار کیا کہ یہاں اونٹ کی قربانی مُراد ہے"۔

علامہ ابن کثیرؒ نے بھی یہی معنی مُراد لئے ہیں (۹)۔ اس کے علاوہ ابوبکر جصاصؒ اور محمود آلوسیؒ کے علاوہ متعدد مفسرین کا یہی نقطۂ نظر ہے کہ یہاں قربانی کا عام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ ان تفصیلات کے علاوہ احادیث معتبرہ و مستندہ سے بھی ثابت ہے کہ قربانی کا حکم اسلام میں صرف حجاج کے لئے نہیں' بلکہ عام مسلمانوں کے لئے بھی ہے۔

عن البراء قال خطبنا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یوم النحر فقال : ((ان اول ما نبدا بہ فی یومنا ھذا ان نصلی ثم نرجع فننحر' فمن فعل ذٰلک فقد اصاب سنتنا' ومن ذبح قبل ان نصلی فانما ھو لحم عجلہ لاھلہ لیس من النسک فی شیء)) (۱۰)

"حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ سب سے پہلے اس دن ہم جو کام کریں وہ یہ کہ نماز پڑھیں' پھر واپس گھر جا کر قربانی کریں۔ جس نے اس طریقہ کو اپنایا ہماری سُنّت کو پالیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی وہ قربانی نہیں' بلکہ محض گوشت ہے جسے گھر والوں کے لئے جلدی ذبح کر لیا گیا ہو' اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

((من ذبح قبل الصلٰوة فليعد مكانها اخرىٰ)) (۱۱)

"جس نے نماز سے پہلے ذبح کر ڈالا تو وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے"۔

عن عقبة بن عامر رضى الله عنه قال : قسم النبى صلى الله عليه وسلم بين اصحابه ضحايا فصارت لعقبة جذعة' فقلتُ يا رسول الله ﷺ صارت لى جذعة قال : ((ضَحِّ بها)) (۱۲)

"عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کے مابین قربانی کے جانور تقسیم کئے تو عقبہؓ کے لئے ایک بچہ باقی رہ گیا۔ میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ! میرے لئے تو ایک بچہ باقی رہ گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اسی کی قربانی کر لو!"۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

((كان النبى صلى الله عليه وسلم يذبح وينحر بالمصلى)) (۱۳)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ میں ذبح اور نحر فرمایا کرتے تھے"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((ما عمل ابن ادم من عمل يوم النحر احب الى الله من اهراق الدم)) (۱۴)

"اولاد آدم کے لئے عید کے دن کوئی ایسا عمل نہیں جو خدا کے نزدیک خون بہانے (قربانی) سے زیادہ پسندیدہ ہو"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں قربانی کرتے رہے۔ ابن اثیر نے تاریخ الکامل میں غزوہ بنی قینقاع کا ذکر کرتے ہوئے لکھا' دوسری ہجری کی بات ہے۔

ثم انصرف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وحضر الاضحٰی وخرج الی المصلٰی فصلی بالمسلمین وھو اول صلٰوۃ عید صلاھا وضحٰی فیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بشاتین وقیل بشاۃ وکان اول اضحٰی راہ المسلمون وضحٰی معہ ذوالیسار (۱۵)

"پھر رسول اللہ ﷺ (غزوۂ بنی قینقاع سے) واپس ہوئے اور قربانی کا زمانہ بھی آ گیا۔ آپؐ عید گاہ کی طرف تشریف لے گئے اور مسلمانوں کو نماز (عید) پڑھائی۔ اور یہ عید کی پہلی نماز تھی جو پڑھی گئی۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے ایک روایت کے مطابق دو بکریوں اور دوسری روایت کے مطابق ایک بکری کی قربانی دی۔ یہ سب سے پہلی قربانی تھی جسے مسلمانوں نے دیکھا اور آپؐ کے ساتھ دیگر مال دار لوگوں نے بھی قربانی دی"۔

طبقات ابن سعد میں لکھا ہے :

وصلی العید یوم الاضحٰی وامر بالاضحیۃ واقام بالمدینۃ عشر سنین یضحی کل عام (۱۶)

"اور یوم الاضحیٰ کے دن عید کی نماز پڑھی اور قربانی کا حکم دیا۔ آپؐ دس سال مدینہ میں رہے اور ہر سال قربانی بھی کرتے رہے"۔

قربانی کی مشروعیت پر پوری اُمت مسلمہ کا اتفاق ہے' البتہ اس کے واجب یا سنّت ہونے میں ائمہ کا اختلاف ضرور موجود ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے اور اکثر فقہائے احناف نے' باوجود امام ابو یوسف اور امام محمد ؒ کی مختلف روایتوں کے واجب قرار دیا ہے اور امام مالک اور امام شافعی ؒ کے نزدیک سُنّت مؤکدہ ہے۔ عہدِ رسالت سے لے کر آج تک قربانی کی مشروعیت اور ایک مستقل عبادت ہونے پر پوری اُمت کا اجماع رہا ہے۔ مندرجہ بالا احادیث اور مفسرین کے اقوال سے ان تمام لغو اور بے ہودہ اعتراضات کا رد ہوتا ہے جو قربانی کو محض حرم تک مخصوص یا اس کو محض مال کا ضیاع قرار دیتے ہیں۔ معترضین ایک بھی قرآنی آیت پیش نہیں کر سکتے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ مکّۃ المکرمہ سے باہر قربانی کی ممانعت کر دی گئی ہے' اور جو لوگ ﴿ لَنْ

يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآءُهَا.... ﴾ (الحج : ۳۷) "اللہ تعالیٰ کو ان کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا" سے قربانی کی تردید بیان کرتے ہیں' وہ بھی جانتے ہیں کہ کوئی ذی شعور بھی اس دلیل کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوگا' بلکہ ہر انسان جانتا ہے کہ اس میں فلسفۂ قربانی کو بیان کیا گیا ہے کہ قربانی کا مقصد اعمالِ صالحہ اور تقویٰ و پرہیزگاری ہے۔

فلسفۂ قربانی

قربانی کا رواج یوں تو تمام مذاہب و اقوام میں شروع سے چلا آ رہا ہے' مگر قربانی کے مقاصد جدا جدا ہیں۔ اسلام ایک دین فطرت ہے۔ اس نے اپنے پیرو کاروں کو قربانی کا ایسا ارفع و اعلیٰ تصور دیا ہے جس کی نظیر پیش کرنا ممکن نہیں ہے۔ اسلام نے انسان کو عزت و وقار اور تکریم عطا کی اور اسے اشرف المخلوقات کا درجہ عطا فرمایا اور عید الاضحیٰ کے حوالے سے جانور کی قربانی کا حکم دے کر اس کے اندر جذبہ جہاد کو اس انداز سے اجاگر کیا ہے کہ مردِ مؤمن ہر وقت اپنی جان کا نذرانہ دینے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اس لحاظ سے اسلامی فلسفۂ زندگی دیگر ادیان سے بالکل مختلف اور منفرد ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا :

مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِیْ؟ قَالَ : ((سُنَّةُ اَبِیْكُمْ اِبْرَاهِیْمَ)) (۱۷)

"یہ قربانیاں کیا ہیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے باپ ابراہیم ؑ کی سُنت ہے"۔

اس مختصر جملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سارے پس منظر اور فلسفے کو بیان کر دیا جو قربانی اپنے دامن میں رکھتی ہے۔ مولانا ظفر علی خان نے فلسفۂ قربانی کو بیان کرتے ہوئے کیا خوب کہا ؎

پسرِ خلیل کی سیکھ ادا جو ہے ذبح ہونے کی آرزو
کہ چھری رکے تو رکے مگر نہ سرکنے پائے ترا گلا

پیش نظر یہ نہ ہو کہ جانور ذبح کر رہا ہوں' بلکہ یہ کہ سُنتِ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام ادا کر رہا ہوں۔ اپنے اندر وہی جذبۂ ایثار و قربانی پیدا کرنا مقصود ہے جو اُن کے اندر تھا کہ کسی عزیز سے عزیز ترین چیز کو بھی ربّ کی بارگاہ میں قربان کرنے سے دریغ نہ کرے۔

قربانی کی اصل روح مخلصانہ جذبہ کے تحت تعمیل حکم ہے۔ یہ جذبہ جس قدر صادق، پُر خلوص اور ذاتی اغراض و مقاصد سے پاک ہو گا قربانی کی شان اسی قدر بلند ہو گی۔ قرآن کریم نے فرمایا :

﴿ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت : ۱۰۳)

"جب وہ دونوں تعمیل کے لئے جھک گئے اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا"۔

قربانی کے پس منظر میں اسی تسلیم و رضا کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

مسلمان ہر سال عشق خلیل کی پیروی میں جانور ذبح کرتے ہیں تو درحقیقت یہ ایک عہد ہے جو وہ اپنے اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں کہ جانور کی گردن پر چھری رکھتے وقت زبان پر وہی کلمات جاری ہوتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا بھر کے رشتوں اور بندھنوں سے کٹ کر خدائے وحدہٗ لا شریک ہی کے ہو جانے کا اعلان کرتے ہوئے فرمائے کہ :

﴿ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾

"یقیناً میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت پروردگارِ عالم کے لئے ہے"۔

قربانی کا فلسفہ اسوۂ ابراہیمی کو اپناتے ہوئے مسلمانوں کو خالق کے حکم پر سر جھکانے کا سبق دیتا ہے۔ جانور کی قربانی محض ایک علامت ہے، اصل مقصد و محور تقویٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قربانی سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے اور ربّ اس کا اجر بے مثل عطا کرتا ہے۔

تورات کی کتاب پیدائش میں ابراہیم علیہ السلام کو ربّ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بشارتِ اجر دی :

"خداوند فرماتا ہے کہ چونکہ تو نے یہ کام کیا، اپنے بیٹے کو بھی، جو تیرا اکلوتا ہے، دریغ نہ رکھا اس لئے میں نے بھی اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا اور تیری نسل کو بڑھاتے ہوئے آسمان کے تاروں اور سمندر کے کناروں کی ریت کی مانند کروں گا"۔ (۱۸)

جس طرح قربانی کا جانور عام ہے، لیکن قربانی کے نام سے منسوب ہونے پر خاص ہو جاتا ہے اسی طرح انسان بھی عام آدمی ہے لیکن جب اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے تو اس کا ہو جاتا ہے۔ پھر اس کیلئے ضروری ہے کہ ربِّ تعالیٰ کے راستہ پر خود چلے اور دوسروں کو

چلائے۔ صد افسوس! آج ہم نے قربانی کی اصل روح کو ختم کرڈالا ہے اور اسے محض ایک رسم کے طور پر ادا کرتے ہیں۔ ہر سال کروڑوں قربانیاں دی جاتی ہیں' لیکن اصل روح مفقود ہو چکی ہے۔ کاش ہم اسلام' دین مصطفیٰ ﷺ' ناموسِ رسالتؐ اور ملک وملت کیلئے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے کبھی گریز نہ کریں۔ یہی عید قربان کی قربانی کی سب سے بڑی حکمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کردینا ہی انسانیت کی تکمیل ہے۔ بقول شاعر ؎

جان دی ' دی ہوئی اسی کی تھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!

حواشی

(۱) ابوالسعود' تفسیر ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم' المضبعه المصریه ۱۳۴۷ھ۔ ج۲'ص ۲۰

(۲) راغب اصفہانی امام' المفردات' کراچی اصح المطابع ۱۳۸۰ھ' ص ۳۰۸

(۳) الجصاص ابوبکر امام' احکام القرآن' المطبعة البهئية المصرية ۔ ۱۳۴۷ھ۔ ج۲' ص ۳۸۷

(۴) **محمد فرید وجدی**' دائرہ معارف القرآن' مطبعة دائرة معارف القرن العشرين بمصر ' ۳۶/۷ ۷

(۵) ابن جریر' طبری' المطبعة الميمنة مصر' ج۸' ص ۷۶

(۶) الجصاص' احکام القرآن ج۳' ص ۳۳

(۷) راغب اصفہانی' المفردات' ص ۵۰۳

(۸) رازی امام' تفسیر کبیر' المطبعة العامرة الشرفية ج۳'ص ۱۷۶

(۹) ابن کثیر' تفسیر القرآن العظیم' دار احیاء کتب العربیة مصر' ج۳' ص ۵۵۹

(۱۰) متفق علیہ' محمد بن اسماعیل' صحیح البخاری' اصح المطابع دہلی ۱۹۳۸ء' ۸۳۳/۲

(۱۱) متفق علیہ' صحیح البخاری' اصح المطابع دہلی ۱۹۳۸ء۔ ج۲' ص ۸۳۴

(۱۲) متفق علیہ' صحیح البخاری' اصح المطابع دہلی ۱۹۳۸ء۔ ج۲' ص ۸۳۴

(۱۳) متفق علیہ' صحیح البخاری' اصح المطابع دہلی ۱۹۳۸ء۔ ج۲' ص ۸۳۳

(۱۴) **ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی' جامع الترمذی' ج۱' ص ۲۷۶**

(۱۵) **ابن اثیر الجزری' تاریخ الکامل' ج۲' ص ۵۲**

(۱۶) ابن سعد' الطبقات الکبریٰ' مطبعة التفاعة الاسلامية بالقاهرة ۱۳۵۸ھ' ج۲' ص ۱۳

(۱۷) **ابن ماجہ' بحوالہ ابن کثیر تفسیر' ج۳' ص ۲۲۱**

(۱۸) **کتابِ پیدائش ۲۲: ۱۶' ۱۷**